قسمة ما افاء الله عليهم من العراق والشام وقالوا اقسم الارضين بين الذين افتتحوها كما تقسم غنيمة العساكر فابى عمرؓ وتلا عليهم هذه الآيات (كتاب الخراج فصل فى الفئ والخراج ص ۱۳)

کی شام اور عراق سے جو کچھ فئی میں ملا ہے اسے تقسیم کردیں اور مفتوحہ زمین مجاہدین میں بانٹ دی جائے، جیسا کہ لشکروں میں غنیمت تقسیم کردی جاتی ہے، حضرت عمرؓ نے اس مطالبہ کو منظور کرنے سے انکار کردیا اور دلیل یہ فئی سے متعلق آیتیں تلاوت کیں۔

حضرت عمرؓ کی تقریر صحابہ کرام کے مجمع میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت بلالؓ۔ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کا شروع میں جب تقسیم پر اصرار بڑھا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے مہاجرین و انصار کے جلیل القدر حضرات کو اس مسئلہ کے سلسلہ میں بلایا، جس میں ہر قبیلہ کے معزز اور ذی رائے حضرات شریک تھے، پھر آپ نے اپنی رائے اس مسئلہ کے سلسلہ میں واضح طور پر بیان کی حضرت عمر فاروقؓ کی تقریر یہ تھی:۔

انى لم ازعجكم الا لان تشتركوا فى امانتى فيما حملت من اموركم فانى واحد كاحدكم وانتم اليوم تقرون بالحق خالفنى من خالفنى ووافقنى من وافقنى ولست اريد ان تتبعوا هذا الذى هواى. معكم من الله كتاب ينطق بالحق فوالله لئن كنت نطقت بامر اريد لا ما اريد به الا الحق۔

(كتاب الخراج ص ۱۴)

میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ میں نے آپ حضرات کا جو بوجھ اٹھا رکھا ہے اس بار امانت میں میرے شریک رہیں اس لئے کہ میں آپ میں سے آپ ہی کی طرح کا ایک شخص ہوں اور آجکل آپ تمام حضرات حق پر ثابت قدم ہیں۔ میری جس نے چاہا مخالفت کی اور جس نے چاہا موافقت کی، اور میری یہ خواہش بھی نہیں ہے کہ میری اس رائے کو خواہ مخواہ مان لیں۔ آپ حضرات کے پاس یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو حق کا اعلان کرتی ہے۔ بخدا میں اگر کوئی بات کہتا تھا تو اس سے مراد حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

منشاء تقریر کی وضاحت اس تقریر کے بعد جب قوم نے اظہار رائے کی اجازت دی تو آپ نے فرمایا کہ میں ظالم بننا نہیں چاہتا، لیکن مسلمانوں کا مستقبل البتہ پیش نظر ہے اور فتوحات کا سلسلہ زیادہ دنوں چلنے والا نہیں ہے، قابل ذکر علاقے فتح ہو چکے ہیں اس لئے اگر مستقبل سے چشم پوشی کی گئی تو یہ دور اندیشی کے خلاف ہوگا۔ اور پھر ان الفاظ میں اپنی ذاتی رائے پیش کی۔

وقد رأيت ان احبس الارضين بعلوجها واضع عليهم فيها الخراج و فى رقابهم الجزية يودونها فتكون فيئا للمسلمين المقاتلة و الذرية ولمن ياتى من بعدهم، ارأيتم هذه الثغور لا بد لها من رجال يلزمونها ارأيتم هذه المدن العظام كالشام والجزيرة والكوفة والبصرة ومصر لا بد لها من ان تشحن بالجيوش وادرار العطاء عليهم فمن اين يعطى هولاء اذا قسمت الارضون والعلوج (ايضًا)

میں نے مناسب یہ سمجھا ہے کہ زمین کو ان کے باشندوں سمیت باقی رکھوں اور اُن پر خراج و جزیہ مقرر کردوں جسے وہ سب برابر ادا کرتے رہیں تاکہ یہ تمام مسلمانوں کے لئے ذریعہ آمدنی بن جائے، لڑنے والوں کے بھی اور اُن کے بال بچوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو بعد میں آئیں گے۔ کیا تم سرحدوں کے لئے ایسے لوگوں کو ضروری نہیں سمجھتے جو ان سے کسی حال میں جُدا نہ ہوں، اسی طرح شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ اور مصر جیسے بڑے بڑے شہروں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انہیں لشکروں سے بھر دیا جائے اور اُن پر بے دریغ خرچ کیا جائے۔ پھر بتاؤ اگر اس وقت یہ ساری چیزیں اور اُن کے باشندے تقسیم کردیے گئے، تو یہ خرچ کہاں سے پورا کیا جائے گا۔

صحابۂ کرام کا فیصلہ | حضرت فاروق اعظم رض کی اس تقریر سے مسئلہ کھل کر سامنے آگیا۔ اور سبھوں نے یک زبان ہوکر کہا

فقالوا جميعًا الرأى رأيك فنعم ما قلت وما رأيت (ايضًا)

سبھوں نے ایک زبان ہوکر کہا کہ رائے وہی درست ہے جو آپکی ہے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اور سمجھا وہ عمدہ ہے۔

خراج کے سلسلہ میں رعایت | اس کے بعد زمین کی پیمائش اور خراج پر دو تجربہ کار صحابہ مقرر کیے گئے۔ ایک حضرت حذیفہ بن الیمان رض، دوسرے عثمان بن حنیف رض۔ جب یہ دونوں حضرات اپنے فرائض انجام دیکر واپس ہوئے تو حضرت عمر رض نے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کیا کہ ان کی طاقت سے زیادہ خراج مقرر کردیا ہو۔ ان حضرات نے اطمینان دلایا کہ ایسی بات نہیں ہے، اتنی گنجائش باقی رکھی ہے کہ آمدنی دوگنی ہوسکتی ہے، یعنی کم سے کم مقرر کیا ہے جو اُن پر بار نہ ہوگا۔ حضرت عمر نے یہ سُنکر فرمایا:۔

اَمَا واللهِ لئن بقيت لارامل اهل العراق لادعنهم لا يفتقرون الى امير بعدى (کتاب الخراج ص۲۱)

سنو! بخدا اگر میں زندہ رہا تو ان عراق کی بیواؤں کا ایسا انتظام کروں گا کہ میرے بعد ان کو کسی امیر کی احتیاج باقی نہ رہے۔

ذمیوں کے باب میں حضرت عمرؓ نے وصیت کر رکھی تھی ۔

ان یوفی لھم بعھدھم ولا یکلفوا فوق طاقتھم وان یقاتل من ورائھم (ایضاً)

ان سے جو وعدے کئے گئے ہیں وہ پورے کئے جائیں اور انہیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے اور ان کے دشمنوں سے جنگ کی جائے ۔

عجمی حکومتیں جس قدر خراج لیا کرتی تھیں، حضرت عمرؓ نے اس سے بہت کم مقرر فرمایا ۔ فی جریب ایک درہم نقد اور ایک قفیز گیہوں، بشرطیکہ وہ زمین سیراب ہوتی ہو، اور اس ٹیکس سے اکثر پھل مستثنیٰ کر دیئے گئے تھے ۔ جیسے انگور، کھجور، وغیرہ ۔

امام یوسفؒ کا فتویٰ | ہارون رشید نے جب امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا کہ مشرکین کی زمین کے سلسلہ میں کیا کیا جائے تو آپ نے لکھا کہ جو مسلمان ہو چکے ہیں ان پر عشر ہے اور وہ زمین ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ اُن کے قبضہ اور خاندان میں رہے گی، اور وہ جیسے چاہیں گے تصرف کریں گے، اور مشرکین میں جو اپنے سابق مذہب پر باقی ہیں یعنی یا تو مصالحت اُن سے ہوئی ہے یا قوت سے فتح کرنے کے بعد زمین اُن کے قبضہ میں چھوڑ دی گئی ہے، جن سے صلح طے پائی ہے، ان پر اس کے مطابق مقرر کیا جائے ۔

وایما قوم من اھل الشرك صالحھم الامام علی ان ینزلوا علی الحکم والقسم وان یودوا الخراج فھم اھل ذمة وارضھم ارض خراج ویوخذ منھا ماصولحوا علیه ویوفی لھم ولا یزاد علیھم (کتاب الخراج ص۳۵)

مشرک کی جس قوم سے امام نے صلح کر لی ہے اور ان کو اُن کے شہروں میں باقی رکھا ہو کہ وہ خراج ادا کرتے رہیں، پس یہ ذمی ہیں اور ان کی زمین خراجی زمین ہے، جن چیزوں پر صلح کی گئی ہے وہ ان سے لی جائے گی اور ان سے ایفائے عہد کیا جائے گا اور کچھ اور اضافہ نہیں کیا جائے گا ۔

مفتوحہ علاقوں کی ملکیت | اور طاقت سے جو خطہ حاصل ہوا ہے، اس میں اصل یہ ہے کہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے، لیکن اگر صلاح یہ طے پائی ہے کہ ذمیوں کے قبضہ و تسلط میں چھوڑ دی جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے طے کیا تھا، تو وہ زمین برابر ان کے قبضہ میں رہے گی اور اُن کا خاندان یکے بعد دیگرے قابض رہے گا ۔

وھی ارض خراج ولیس له ان یاخذھا بعد ذلك منھم وھی ملك لھم یتوارثونھا ویتبایعونھا ویضع علیھم الخراج ولا یکلفوا

وہ خراجی زمین ہے اور امام کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان سے بعد میں وہ لے لے بلکہ وہ ان ذمیوں کی ملکیت ہے جن کے وہ وارث ہوں گے اور بیچ سکیں گے اور اس پر خراج وصول کیا جائے گا

من ذالك مالا يطيقون (ايضاً ص۳۶) اور جس کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اس کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

ذمیوں کا زمین پر قبضہ اور اس کے اثرات | اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذمی زمین وجائداد کے مالک بن گئے، اور برابر ان کے خاندان میں رہی، جیسے انھوں نے چاہا تصرف کیا، کوئی حکومت مانع نہیں بنی، اور نہ کبھی ان سے چھین کر کسی مصرف میں لانے کی جرأت کی۔ خود حضرت عمرؓ نے ذمیوں کی مملوکہ زمینوں میں کوئی تصرف نہیں فرمایا، کسی کو جاگیر عطا کرنی چاہی تو وہ زمین دی جو ذمیوں کے تسلط وقبضہ میں نہیں تھی۔

ہر دور میں اس کا پورا پاس ولحاظ رکھا گیا اور وہ زمین کسی کی جاگیر میں نہ دی گئی اور نہ کسی نے خود لینی قبول کی جو ذمیوں کے قبضہ میں تھی، جب کسی کو زمین کی ضرورت پڑی تو اُسے وہ پڑتی اور اُفتادہ زمین دی گئی جو ذمی کے قبضہ میں نہیں تھی۔ اور جس میں حکومت وقت کو تصرف کا جائز حق تھا۔ عقبہ بن عامر جلیل القدر صحابی تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مصر کے گورنر، ان کو مصر کے ایک گاؤں میں جب سکونت کے لئے زمین کی ضرورت ہوئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے اُنھیں ایک ہزار جریب زمین عطا کی۔ چنانچہ انھوں نے ایک اُفتادہ زمین پسند کی اور جب اُن کے نوکر نے اچھی زمین کا مشورہ دیا تو یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ معاہدہ کی شرائط میں یہ بھی داخل ہے کہ ذمیوں کی زمین اُن کے قبضہ سے نکالی نہیں جائے گی۔[۱]

فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے رمنہ بنانا چاہا تاکہ وہاں گھوڑوں کی پرورش کا سامان مہیا کیا جاسکے۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے پاس یہ درخواست پہونچی تو آپ نے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ زمین ذمیوں کے قبضہ میں نہو اور نہ اس کے دینے سے ذمیوں کا نقصان ہو تو درخواست کنندہ کو دیدی جائے۔[۲]

بغداد کی آبادی اور مسلمان حکمرانوں کا انصاف | حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بہت دنوں کے بعد خلافتِ عباسیہ کے زمانہ میں خلیفہ منصور عباسی نے جب بغداد کو دارالخلافت بنانے کا ارادہ کیا تو اس کے آس پاس کی زمین وہاں کی آباد قوموں سے قیمتہً دیکر لی۔ غرض یہ کہنا ہے کہ ہر دور میں ذمیوں کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھا گیا، اور کبھی نہ ان کو تکلیف پہونچائی گئی اور نہ انھیں ان کی کسی ملک سے بے دخل کیا گیا خواہ وہ ملک کسی کی ذاتی رہی ہو، یا قومی اور مذہبی۔

---

[۱] رسائل شبلی ص۱۶۶ بحوالہ مقریزی ص۲۹۵ ج۱ [۲] فتوح البلدان۔

بیت المقدس کا امان نامہ | جیسا کہ عرض کیا گیا خلفاء راشدین کو ذمیوں کا بڑا اہتمام تھا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اپنے الفاظ میں جو امان نامہ بیت المقدس کے موقع پر عطا کیا تھا' اس میں جان و مال' عزت و آبرو اور مذہب کی حفاظت و آزادی کی صراحت ہے' ابو جعفر طبری نے فتح بیت المقدس میں یہ پورا امان نامہ نقل کیا ہے۔ اس کا بعض حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ھذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المومنین اھل ایلیا من الامان اعطاھم امانا لانفسھم و اموالھم ولکنائسھم وصلبانھم ولسقیمھا و بریھا و سائر ملتھا انہ لا تسکن کنائسھم ولا تھدم ولا ینتقص منھا ولا منھا ولا من حیزھا ولا من صلیبھم ولا من شیٔ ولا من شیٔ من اموالھم ولا یکرھون علی دینھم ولا یضار احد منھم (تاریخ طبری فتح بیت المقدس و الفاروق ص۲/۲۲)	یہ وہ امان نامہ ہے جو اللہ کے بندے عمر خلیفۃ المسلمین نے ایلیا والوں کو عطا کیا' میں نے ان کی جان' مال' عبادت خانے صلیب بیمار' صحت مند اور اُن کی ساری ملت کو امن بخشا' نہ کوئی اُن کے گرجوں میں سکونت اختیار کرے گا اور نہ ان گرجوں کو ڈھایا جائے گا اور نہ ان میں اور نہ ان کے احاطہ میں کوئی کمی کی جائیگی نہ اُن کے صلیب اور اُن کے اموال کے کسی حصہ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور نہ دین کے معاملہ میں اُن پر کوئی جبر کیا جائیگا' اور نہ اُن میں سے کسی کو کوئی ضرر پہونچایا جائے گا۔

اسے بار بار پڑھیئے اور غور کیجئے کوئی فاتح اپنی رعایا کو اس سے زیادہ آزادی اور کیا عطا کر سکتا ہے جو حضرت فاروق اعظم رضؓ نے غیر مسلم رعایا کو عطا فرمایا۔

مال گذاری کے سلسلہ میں دیکھ بھال | مال گذاری کے سلسلہ میں حضرت فاروق اعظم رضؓ عاملین کی جس طرح نگرانی فرماتے تھے اور ظلم و زیادتی پر جس طرح نظر رکھتے تھے اس کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ ذمیوں سے متعلق جب کوئی بات ہوتی تھی تو اس میں ان سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔

حضرت ہشام بن عروہ کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے کہ شام کے علاقہ میں انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا ہے اور اُن کے سروں پر سزا کے طور پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُن کو بتایا گیا کہ چونکہ ان لوگوں نے خراج (مالگذاری) ادا نہیں کیا ہے اس لئے ان کو یہ سزا دی جا رہی ہے۔ حضرت ہشام یہ سنکر ششدر رہ گئے اور فرمایا۔

اشھد ان سمعت رسول اللہ صلی اللہ	میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم یقول ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۳۰۵)

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ یقیناً ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کریگا جو لوگوں کو دنیا میں ستاتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے متعلق عقیدہ آپ جانتے ہیں کہ راجہ داہر کے زمانہ میں محمد بن قاسم نے اس ملک ہندوستان میں قدم رکھا، چنانچہ بجے رائے نے جو داہر کا بھتیجہ اور سیوستان کا حکمراں تھا، مقابلہ کا ارادہ کیا تو اس وقت سندھ کے باشندوں اور علمائے بدھ نے جلسہ کیا اور راجہ کے سامنے اپنی یہ تجویز رکھی۔

"مسلمانوں کا مقابلہ نہ کیجئے اور صلح و آشتی سے کام لیجئے، مسلمان درخواست صلح کو رد نہیں کرتے اور کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیتے۔ لہذا کشت وخون کا ہنگامہ برپا کرنا فضول ہے"۔ [1]

تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کی رواداری اور امن پروری کا اتنا شہرہ تھا کہ ہندوستان جیسے دور دراز ملک کے غیر مسلم باشندے بھی اس سے ناآشنا نہ تھے اور حد یہ ہے کہ انہیں بھی مسلمانوں کے اس نظام حکومت پر پورا اعتماد تھا اور الحمد للہ مسلمانوں نے بھی اپنے مفتوح علاقہ کی پبلک کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کی ان کو ان سے توقع تھی۔

امن وامان کا اعلان جس دن راجہ داہر مسلمانوں کے ہاتھ مارا گیا اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی، بہت سے لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کرنے کی درخواست پیش کی، جن کو مسلمان بنا لیا گیا، مگر دوسرے ہی روز یہ اعلان کرا دیا گیا کہ

"جو شخص چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، ہماری طرف سے کوئی تعرض نہ ہوگا"۔ [2]

یہ اعلان کرکے ان کے دلوں سے خوف وہراس ختم کر دیا گیا۔ اور پوری آزادی کے ساتھ سانس لینے کی اجازت دیدی گئی۔ اور اس کا عملاً یقین دلایا گیا کہ اسلام میں مذہب کے سلسلہ میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہے اور مسلمان ایسی ناگوار چیز کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی انسان جبراً قہراً اپنا مذہب اور دھرم بدل دے

برہمن آباد کی فتح اور محمد بن قاسم کا اعلان برہمن آباد جس دن فتح ہوا تھا اور وہاں کے غیر مسلم باشندے مارے ڈر کے بھاگے جا رہے تھے تو حکومت کی طرف سے اعلان کرا دیا گیا۔

"جو شخص اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتا ہے، بھاگ جانے دو.... باشندگان شہر سے کوئی تعرض نہیں کیا

---

[1] آئینۂ حقیقت نما ص۱۸۱ [2] ایضاً ص۸۵۔

گیا۔ سوداگر، دستکار اور اہل حرفہ بدستور اپنے مشاغل میں مصروف رہے اور امن وامان کا اعلان کر دیا گیا۔ جنگی قیدی جب محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوئے تو اُس نے ان کو رہا کر دیا ...... اور جو اپنے باپ دادا کے مذہب پر چلے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔[۱]

ہندوؤں کی مذہبی عبادت گاہوں کا احترام | ساتھ ہی ان کی مذہبی عبادت گاہوں کے سلسلہ میں محمد بن قاسم نے اعلان کر دیا " نہ اُن کے مندروں اور عبادت خانوں میں کسی قسم کی مداخلت کی جائے گی، نہ زمینیں چھینی جائینگی اور نہ جان واموال کو کسی قسم کا نقصان پہونچایا جائے گا۔" [۲]

ملتان کے سلسلہ میں مورخین رقمطراز ہیں۔

"مسلمانوں نے بزور شمشیر ملتان پر قبضہ کیا اور اہل شہر کو کسی قسم کا نقصان پہونچائے بغیر امن وامان اور معافی کا اعلان کیا ..... مندروں کی مورتیوں کو جو جواہرات سے مرصع اور سونے چاندی کی بنی ہوئی تھیں، کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔" [۳]

پجاری ہند و محمد بن قاسم کی خدمت میں | برہمن آباد کی فتح کے بعد پجاری برہمنوں کا ایک وفد محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکوہ سنج ہوا کہ مسلمان سپاہیوں کے خوف سے عام ہندو مندروں میں آنے سے گھبراتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری آمدنی بہت کم ہو گئی ہے، پھر ایام محاصرہ میں بعض مندروں کو نقصان بھی پہونچا ہے جس کی مرمت اب تک نہیں ہو سکی ہے۔ لہذا آپ پہلے اپنے اہتمام میں ان مندروں کی مرمت کرائیں۔ پھر ہندوؤں کو مجبور کریں کہ وہ مندروں میں آئیں اور پہلے کی طرح پوجا پاٹ انجام دیں۔ — محمد بن قاسم نے یہ حالات حجاج بن یوسف کو لکھ بھیجے۔ وہاں سے ہدایت آئی۔

" تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارت درست کرنا چاہتے ہیں چونکہ انھوں نے اطاعت قبول کر لی ہے لہذا ان کو اپنے معبودوں کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیے اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں ہے۔"

ہندو پجاریوں کے ساتھ سلوک | جس وقت یہ ہدایت نامہ پہونچا ہے، محمد بن قاسم برہمن آباد سے نکل چکا تھا اور ایک

---

[۱] آئینہ حقیقت نما صفحہ ۳۸ [۲] ایضاً [۳] ایضاً صفحہ ۹۱۔

منزل بھی طے کر چکا تھا، جونہی یہ ہدایت نامہ ملا، اُلٹے پاؤں واپس آیا اور

"وہاں کے تمام اکابر و امراء کو بُلایا، اور برہمنوں یعنی پُجاریوں کے حقوق و مراسم کی تحقیق کی اور راجہ داہر کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے کیا کیا رعایتیں برہمنوں کو حاصل تھیں، سب کو معلوم کیا، اس کے بعد اُس نے شہر میں اعلان کرادیا کہ جو لوگ اپنے باپ دادا کے مراسم کے پابند ہیں ان کو ہر قسم کی آزادی ان مراسم کے بجالانے میں حاصل ہے، کوئی شخص معترض نہ ہوسکے گا، برہمنوں کو دان، پُن، دکشنا، بھینٹ جس طرح پہلے دیتے تھے، اب بھی دیں، اپنے مندروں میں آزادانہ پوجا پاٹ کریں، محاصلِ ملکی یعنی سرکاری مالگذاری میں سے تین فیصدی برہمنوں کے لئے الگ خزانہ میں جمع کیا جائے گا، اس روپیہ کو برہمن جس وقت چاہیں اپنے مندروں کی مرمت اور ضروری سامان کے لئے خزانہ سے برآمد کر سکتے ہیں۔" [۵]

اندازہ لگائیں کہ مسلمان حکمرانوں نے اپنے مفتوحین غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری کی کونسی قسم ہے جسے نہیں برتی، اور امن و امان اور سکون و اطمینان کا کونسا طریقہ ہے جو اپنی غیر مسلم رعایا کے لئے مہیا نہیں کیا، غور کیجئے ابھی جو لوگ مقابلہ میں سینہ سپر تھے اور خون کے پیاسے تھے، اس پر فتح حاصل کی ہے، مگر بجائے اس کے کہ اپنے ان خونی دشمنوں سے انتقام لیتے، حسنِ سلوک، رعایا پروری اور اخلاقِ حسنہ کا ثبوت فراہم کیا، ان کی مذہبی عبادتگاہوں کی حفاظت کا اعلان کیا، ان کے دھرم اور مذہبی مراسم کو بحال رکھا اور ملکی محاصل کا تین فیصدی حصہ مندروں کے لئے عطا کر دیا۔

کون نہیں جانتا کہ مسلمان مورتیوں اور مصنوعی خداؤں کا نام سُنکر غضبناک ہوتا ہے۔ مگر جب یہی لوگ رعایا بن جاتے ہیں تو مسلم حکمران اُنکی تمام مذہبی چیزوں کے محافظ و نگراں بن جاتے ہیں، اور ایک منٹ کے لئے یہ جائز نہیں رکھتے کہ مسلم حکومت میں رہتے ہوئے کوئی ان کا بال بیکا کر سکے۔ غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دینا گوارا کرتے ہیں، مسلمانوں کی جان و مال کی قربانی برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کی جان اور عزت و آبرو اور مال پر حرف آنا پسند کبھی نہیں کرتے۔

---

[۵] آئینۂ حقیقت نما صفحہ ۹۶، ۱۶۷۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک جواب | حضرت صدیق اکبرؓ نے اُس موقع سے بہت ہی جچا تُلا جواب دیا تھا جب آپ کے عہدِ خلافت میں ایک غیر مسلم عورت نے مسلمانوں کی ہجو میں اشعار گائے تھے اور ایک مسلمان افسر نے اس جرم میں اس کا ہاتھ کٹوا دیا تھا۔ آپ نے اس افسر کو خط لکھا:۔

"اگر وہ عورت مسلمان تھی تو کوئی معمولی سزا دینی چاہئے تھی اور اگر ذمی تھی تو جب ہم نے اس کے شرک و کفر سے درگذر کی، تو ہجو تو شرک سے بہرحال کم ہے"۔ ؎۱

اوپر آپ نے محمد بن قاسم کے اس حسنِ سلوک کا ایک حصہ پڑھا جو انھوں نے ہندوستان کے ہندوؤں اور بودھوں کے ساتھ کیا اور وہ بھی جنگ کے فوراً بعد، جبکہ جنگ کے گرد و غبار سے ابھی ان کا چہرہ اٹا ہوا ہی تھا۔ اور ابھی اس کی تکان رفع بھی نہیں ہوئی تھی۔

اسلامی قوانین کے اثرات | ممکن ہے آپ اسے صرف محمد بن قاسم کے ذاتی اوصاف پر محمول کریں، بلاشبہ یہ بہت سی خوبیوں کا مالک تھا لیکن یقین کیجئے کہ اس سیرت کے بنانے میں سب سے بڑا حصہ ان اسلامی قوانین کا ہے جن کی پیروی کو وہ اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتا تھا اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مسلم حکمراں کے جس فرد کو دیکھئے ان معاملات میں آپ کو خوش اخلاق اور نرم خو ہی ملے گا، حجاج بن یوسف کتنا بدنام ہے، مگر اسی سندھ اور سندھی ہندوؤں کے سلسلہ میں اس کا رویہ کس قدر قابلِ تحسین ہے، اس کا تھوڑا سا اندازہ اس کے ان خطوط سے ہوگا، جو اس نے اس زمانہ میں اپنے سپہ سالار محمد بن قاسم کو لکھے۔

حجاج بن یوسف کی طرف سے ہدایات | فتحِ دیبل کی خوشخبری پاکر حجاج نے لکھا تھا۔

"جب تم ملک پر قابض ہو جاؤ تو قلعوں کی استواری اور لشکر کی رفعِ احتیاج کے بعد تمام اموال و خزائن کو "بہبودِ رعایا اور رفاہِ خلق" میں خرچ کرو .... رعایا کے ساتھ ہمیشہ رعایت کرو تاکہ وہ تمہاری طرف محبت کے ساتھ راغب ہوں"۔ ؎۲

حجاج اچھی طرح جانتا تھا کہ سندھ کی ساری رعایا غیر مسلم ہے اور یہ ساری ہدایتیں اسی کی دلدہی کے سلسلہ میں دی جا رہی تھیں، اور اسی کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید ہو رہی تھی۔

؎۱ رسائل شبلی ص۱۴۲ بحوالہ طبری واقعات ۱۱ھ۔ ؎۲ آئینہ حقیقت نما ص۹۵۔

حسنِ سلوک کی تاکید | محمد بن قاسم جس زمانہ میں نیرون میں مقیم تھا حجاج کا گرامی نامہ موصول ہوا :۔

"اہلِ نیرون کے ساتھ نہایت نرمی اور دلدہی کا سلوک کرو، ان کی بہبود کے لئے کوشش کرو، لڑنے والوں میں سے جو تم سے امان طلب کرے، اسے ضرور امان دو، کسی مقام کے اکابر و سردار تمہاری ملاقات کو آئیں تو ان کو قیمتی خلعت اور انعام واکرام سے سرفراز کرو...... جو وعدہ کسی سے کرو ضرور پورا کرو، تمہارے قول و فعل پر سندھ والوں کو پورا پورا اعتماد واطمینان ہو۔"[۵۱]

یہ سب کچھ اس رعایا کے سلسلہ میں لکھا جا رہا ہے جو ذمی اور غیر مسلم رعایا ہے۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے لب ولہجہ میں ذرّہ برابر کوئی فرق محسوس ہوتا ہے؟ اس سے زیادہ پبلک نوازی اور کیا ہو سکتی ہے؟

رعایتوں اور عطیات کی تاکید | سیوستان کی فتح کی مسرت انگیز خبر جب پہونچتی ہے تو محمد بن قاسم کو ہدایت نہ بھیجی جاتی ہے۔ اور کن لوگوں کے بارے میں؟ غیر مسلم ہندو پبلک کے سلسلہ میں یہ خیر خواہانہ ہدایت دی جاتی ہے

"جو کوئی تم سے جاگیر و ریاست طلب کرے، تم اس کو ناامید نہ کرو، التجاؤں کو قبول کرو، امان و عفو سے رعایا کو مطمئن کرو...... تم راجاؤں سے جو عہد کرو، اس پر قائم رہو، جب وہ مالگزاری دینے کا اقرار کرلیں، تو ہر طرح ان کی امداد و اعانت کرو۔"[۵۲]

کوئی اس سے زیادہ اپنی رعایا کے لئے خیر خواہی اور کیا کر سکتا ہے، بہی خواہی کی کونسی صورت ہے جس کے لئے اوپر سے ہدایت نہ پہونچی ہو، اور سپہ سالار نے اس پر عمل نہ کیا ہو۔

شریعت کا فیضان | یہ ہرگز وہم نہ ہو کہ محمد بن قاسم کو حسنِ سلوک اور رعایا پروری کی جو ہدایتیں مل رہی ہیں، یہ اسلامی قانون کے خلاف ہیں، بلکہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسلامی دفعات کے بالکل مطابق، چنانچہ اسی زمانہ میں یہ بھی ہدایت موصول ہوئی :۔

"تمہارا انتظام واہتمام اور ہر ایک کام شرع کے مطابق ہو.... جو لوگ بزرگ اور ذی وقعت ہوں، ان کو ضرور امان دو، لیکن شریروں اور بدمعاشوں کو دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو۔ اپنے عہد و پیمان کا ہمیشہ لحاظ رکھو اور امن پسند رعایا کی استمالت کرو۔"[۵۳]

---

[۵۱] آئینہ حقیقت نما ص۹۵ [۵۲] ایضاً ص۹۶ [۵۳] ایضاً۔

غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک | ایک خط میں لکھا:۔

"تم بطور خود رعیت نوازی اور عدل گستری کے طریقوں پر آزادانہ عمل درآمد کرو۔"

ایک دوسرے خط میں تحریر کیا:۔

"جو مطیع ہوں ان کو امان دو، صناع و تاجر پر کوئی محصول یا ٹیکس عائد نہ کرو، جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور جانفشانی سے کام لیتا ہے، اس کی مدد کرو، اور اس کو تقاوی دو، جو لوگ اسلام سے مشرف ہوں اُن سے زمین کی پیداوار کا عُشر یعنی دسواں حصہ وصول کرو، اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں ان سے وہی مالگذاری وصول کرو جو وہ اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے۔" ۵۱

جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، اسے ناقدانہ نظر سے ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ ایک مسلم حکومت اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھ رہی ہے؟ یہ مظالم اور خوف وہراس کے انداز ہیں یا شفقت ومحبت اور انس واخلاص کے۔ یہ فیاضانہ سلوک کیا جا رہا ہے، یا جابرانہ اور تنگ دلی کا۔

رواداری پر تحسین | ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ محمد بن قاسم نے شریعت کے مطابق جو فیاضی اور رواداری کا سلوک کیا، اس خدمت پر اسے داد تحسین سے نوازا گیا۔ اور حجاج بن یوسف نے لکھا۔

"اے ابن عم محمد بن قاسم! تم نے رعیت نوازی اور رفاہ عام میں جو کوشش کی ہے وہ نہایت تعریف کے لائق ہے۔" ۵۲

ان سارے واقعات سے اندازہ لگائیں کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم کا کیا مقام ہے اور ان کی دلجوئی اور راحت رسانی مسلم حکومت کی نگاہ میں کس قدر ضروری ہے۔

مندروں کے لئے جاگیر | مورخین نے لکھا ہے:۔

"محمد بن قاسم اور اس کے عہد کے مسلمان گورنروں نے ملک سندھ میں ہندوؤں کے مندروں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔" ۵۳

---

۵۱ آئینہ حقیقت نما ص۹۶ ۵۲ ایضاً ۵۳ ایضاً ص۹۹۔

یہ تھا اپنی غیر مسلم رعیت کے مذہب کی حفاظت کا جذبہ، ایک مسلم حکومت کے ذمہ داروں کے دلوں میں درحقیقت یہ سب بازگشت تھی اسی صدائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جو ذمیوں پر مظالم ڈھائیگا، میں اس کے خلاف قیامت میں حجیج بنوں گا۔

برہمنوں کو معزز عہدے — محمد بن قاسم نے سندھ کے غیر مسلم پیشہ وروں کی حکومت کی طرف سے زیادہ مدد کی، کاروبار پھیلانے کا موقع بہم پہونچایا اور برہمنوں کو حکومت کے معزز عہدوں سے نوازا اور اس طرح ان سب کی عزت افزائی کی۔ مورخین کا بیان ہے۔

"محمد بن قاسم نے یہ تحقیق کرنے کے بعد کہ برہمن واقعی ایک معزز اور امور سلطنت سے واقف قوم ہے، حکم دیا کہ برہمنوں کو سلطنتِ اسلامیہ کے "معزز عہدوں" پر مامور کیا جائے۔ چنانچہ محکمۂ مال کا تمام انتظام برہمنوں کے سپرد کر دیا گیا۔۔۔۔ زرِ مالگذاری کا وصول کرنا، اس کا حساب رکھنا خزانہ کی حفاظت کرنا، سب برہمنوں کے سپرد کر دیا گیا۔" [۱]

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ،

"محمد بن قاسم کے زمانہ سے لیکر آئندہ ہر زمانہ میں ملک سندھ کا مالی محکمہ برہمنوں ہی کے ہاتھ میں رہا۔۔۔۔ برہمن محمد بن قاسم سے جس شخص کی سفارش کرتے، وہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا تھا۔" [۲]

پبلک کی بھلائی پر نظر — اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اس نے برہمنوں کو من مانی کرنے کی چھوٹ دے رکھی تھی، بلکہ اس کی نگاہ عدل اور انصاف پر برابر رہتی تھی، اور ساری پبلک اس کی نظر میں برابر تھی چنانچہ محمد بن قاسم نے برہمنوں کو تاکید کر دی تھی کہ۔

"کاشتکاروں سے محصول یا بٹائی وصول کرنے میں ہرگز کوئی سختی نہ کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو، کاشتکاروں کو سہولتیں دی جائیں، جس کاشتکار کے یہاں پیدا وار کم ہو، اس کو سرکاری لگان معاف کر دیا جائے۔" [۳]

---

[۱] آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱ [۲] ایضاً [۳] ایضاً صفحہ ۱۲۱/۱۲۷ ۱۲

محمد بن قاسم کے اثرات غیر مسلموں پر | مسلم حکومت کی یہی برکتیں تھیں کہ جس قدر ان مسلم حکمرانوں اور اُن کے طرزِ حکمرانی سے غیر مسلم رعیت خوش تھی، اپنے ہم مذہب حکمرانوں کی حکومت سے بھی خوش نہیں تھی۔ اسلامی حکومت ان کے لئے آیۂ رحمت تھی۔ جس میں ان کی جان، اُن کا مال اور ان کی عزت و آبرو محفوظ تھی۔ ظلم وجور اور بے جا تشدد سے امن میں تھے۔ مورخین ہی کا بیان ہے کہ سندھ سے جس وقت محمد بن قاسم روانہ ہوا ہے تو یہاں کے باشندوں نے اپنی محبت کا اظہار اس طرح کیا:۔

"وہ ملکِ سندھ سے روانہ ہوا ہے تو عام طور پر تمام ملک میں رنج والم کا اظہار کیا گیا، شہر کیرج کے ہندوؤں اور بودھوں نے اپنے شہر میں محمد بن قاسم کا ایک بُت بنا کر رکھا اور اس کی پرستش شروع کر دی"۔ ؎ۤ

راجہ جے پال کے ساتھ رواداری | محمد بن قاسم کے بعد دوسرے مسلمان حکمرانوں نے بھی ہمیشہ اس ملک کے رہنے والوں کے ساتھ رواداری برتی اور حُسنِ سلوک سے کام لیا۔ راجہ جے پال نے سبکتگین کو بار بار پریشان کیا اور بارہا کوشش کی کہ غزنی حکومت تباہ و برباد ہو جائے، مگر سبکتگین نے ہر بار جے پال پر رحم و کرم کیا اور جب بھی صلح کی درخواست پیش کی اُس نے شرفِ قبول بخشا، کبھی بھی اس نے صلح کی درخواست رد نہ کی، سرداروں اور مشیر کاروں نے بارہا سمجھایا کہ ایسے دشمن کے ساتھ کیوں بار بار رحم کرتے ہیں، جو اپنے وعدہ کا جھوٹا اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ مگر با ایں ہمہ سبکتگین نے وہی کیا جو ایک مسلمان کو کرنا چاہیئے۔ جے پال اس وقت بھی اپنی مکاری سے باز نہ آیا۔ جب سبکتگین انتقال کر چکا تھا۔ بلکہ یہ سمجھ کر کہ اب بادشاہ باقی نہیں رہا اس کے بیٹے محمود کو بآسانی شکست دی جا سکتی ہے غزنی پر تیسرا حملہ کیا اور ڈیڑھ لاکھ مسلح فوج کے ساتھ پوری قوت سے کیا، مگر خدا کی قدرت محمود غزنوی کی دس ہزار فوج جے پال کی ڈیڑھ لاکھ فوج پر غالب آئی اور جے پال گرفتار ہوا۔ غزنی لاکر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے، تمہارے ساتھ کیا کیا جائے تو جے پال نے پھر کہا:۔

"اس مرتبہ میری خطا معاف کی جائے اور مجھ کو چھوڑ دیا جائے، میں اب تازیست انحراف نہ کروں گا اور پنجاب کو غزنی کا ایک صوبہ سمجھ کر حکومت کروں گا۔ اور سالانہ خراج بلا عذر و حیلہ بھیجتا رہوں گا۔ محمود نے انتہائی شرافت کو کام میں لاکر راجہ کی استدعا قبول کر لی اور غزنی سے لاہور کی جانب روانہ کر دیا"۔ ؎ۤ (باقی)

؎ۤ آئینہ حقیقت نما ص ج۱ ۵۳ ایڈ ۲۰

بُحیرۂ مُردار

دُنیا کا بدترین پانی

جناب سید محبوب صاحب رضوی - دار العلوم دیوبند

فلسطین کے نقشے پر نظر ڈالئے تو بیت المقدس کے جنوب مشرق میں آپ کو ایک جھیل بُحیرۂ مُردار (DEAD SEA) کے نام سے نظر آئے گی، بحیرۂ مردار کی جنوبی سمت میں فلسطین کا قدیم شہر صُغر نظر آتا ہے[۱]

بُحیرۂ مردار کا طول ۴۰ میل اور عرض ۱۰ میل ہے[۲]۔ یہ علاقہ جو اپنے طول و عرض اور گہرائی کے لحاظ سے سمندر معلوم ہوتا ہے، چار ہزار سال پہلے خشک زمین تھا، اس پر پانچ شہر آباد تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔ سادوم، عمورہ، غزمورہ، اوموطا اور صابورا، سدوم اُن کا صدر مقام تھا۔[۳]

---

[۱] نقشہ شام و فلسطین قرونِ وسطیٰ میں۔ ادریسی ص۳۔ مسعودی جلد اوّل ص۸۵ (مسعودی (م ۳۴۶ھ ۹۵۶ء) فن تاریخ کا امام ہے، اس کی کتاب مروج الذہب تاریخ میں بڑی اہم کتاب ہے، اسلام میں اس کے برابر کوئی دوسرا وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا، وہ دنیا کی تاریخ اور قوموں کا بہت بڑا ماہر تھا، مسعودی بغداد میں پیدا ہوا، اُس نے اکثر اسلامی ممالک کی سیاحت کی ہے، ہندوستان بھی دو مرتبہ آیا تھا، اس کی کتاب تخلیقِ عالم سے شروع ہوتی ہے اور دنیا بھر کی تاریخ سے متعلق اُس زمانے میں جو کچھ معلوم ہو سکتا تھا وہ سب مسعودی نے جمع کر دیا ہے، تاریخی روایات کے علاوہ مسعودی کی کتاب جغرافی معلومات سے بھی لبریز ہے اس میں دسویں صدی عیسوی کے وسط تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی ایک اور کتاب بھی ہے جس کا نام التبنیہ والاشراف ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مسعودی کے گوناگوں علمی کمالات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"اس زمانے میں مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں دنیائے معلوم کے ایک بہت بڑے حصے پر پھیلی ہوئی تھیں عوامِ عرب کی تجارت اور مبلغانہ مساعی ایشیا اور افریقہ کے بعید ترین گوشوں تک جا پہونچی تھیں، مسعودی کی مشہور سیاحتوں کی تگ و دو بھی ان حدود کی خبر لاتی تھی۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسعودی کے سفر کی غرض محض جلبِ منفعت تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر ملک کی خصوصیات کا بہ نگاہِ امعان مطالعہ کرے اور وہاں کے آثارِ قدیمہ، تاریخی حالات اور اخبار و آداب کے بارے میں جو کچھ معلومات فراہم ہو سکتے ہوں ان کو جمع کرے۔"

[۲] ارض القرآن جلد ۲ ص۲۲ و ۲۳ - [۳] ایضاً۔

یمن سے ساحلِ بحر کے کنارے کنارے حجاز و مدین سے گذر کر خلیج عقبہ کے قریب سے تیما وغیرہ مقامات کو قطع کرتی ہوئی ایک قدیم شاہراہ تھی جو اس زمانے میں ہندوستان، یمن اور مصر و شام کے کاروانوں کا تنہا راستہ تھا، اسی شاہراہ پر سدوم واقع تھا۔[1]

قوم لوط | بحیرۂ مردار متعدد ناموں سے موسوم رہا ہے، بحرِ لوط، بُحیرۂ میت، بحرِ منتفن، بحیرۂ مقلوب (الٹا ہوا) بُحیرۃُ المُنتِنۃ، بحرِ زُغر۔

ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ یہاں حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم آباد تھی۔ ان مقامات کے باشندے کفر و شرک کے علاوہ مختلف عیوب اور فواحشات میں ساری دنیا سے بازی لے جاچکے تھے۔ دنیا کی کوئی بُرائی ایسی نہ تھی جو اُن میں پائی نہ جاتی ہو، دوسرے بہت سے افعالِ شنیعہ کے علاوہ یہ لوگ ایک شرمناک عمل کے موجد تھے۔ جنسی خواہشات کے لئے فطری طریقے کے بجائے وہ غیر فطری افعال میں مبتلا تھے۔ دنیا میں اس وقت تک اس شرمناک عمل کا رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم اس فعلِ شنیع کی موجد ہے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ اپنی بدکرداری کو بُرا اور عیب سمجھنے کے بجائے علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ اس کا ارتکاب کرتے تھے۔

اس کے علاوہ ظلم و ستم گری بھی اُن کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ باہر سے آنے والے تاجروں کا مال لوٹ کھسوٹ کر تاجروں کو بھگا دینا ان کی زندگی کا دلچسپ پیشہ بن گیا تھا۔ ان باتوں نے ان کی اخلاقی حالت کو انتہائی پستی پر پہونچا دیا تھا۔

تقریباً دو ہزار سال قبلِ مسیح حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب مصر سے واپس ہو کر کنعان میں قیام کیا تو حضرت لوط علیہ السّلام کو جو اُن کے بھتیجے تھے سدوم اور اُس کے اطراف و جوانب میں دعوتِ حق کی تبلیغ کے لئے مامور فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے ان لوگوں کو کفر و شرک اور ان کی بداعمالیوں اور بالخصوص اس شرمناک فعل پر سرزنش اور ملامت کی۔ قرآنِ حکیم میں ہے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمْ بِھَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ (سورہ اعراف آیت ۸۰)

جب لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ "تم ایسے فحش کام میں مشغول ہو جسکو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا!"

---

[1] ارض القرآن ایضاً۔